© rasailojaraid.com

تبصرہ

تفسیر ماجدی

یہ بڑی مسرت کا مقام ہے کہ مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی کی تحریک پر ادار[ہ نشر]
[و]نشریات اسلامی لکھنؤ نے مولانا عبدالماجد دریا آبادی (۱۸۹۲ء — ۱۹۷۷ء) کے انگریز[ی]
[و]تفسیر قرآن کو شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اس تصنیف کا سابقہ ایڈیشن جسے ...
کراچی نے ۱۹۵۷ء میں شائع کیا تھا اول تو ہندوستان میں دستیاب نہیں اور پھر وہ طبا[عت]
کی غلطیوں سے پر بھی ہے اور ترجمے کی کلاسیکی (Biblical) انگریزی بھی بڑی حد تک
ہونے کے باعث گراں گذرتی ہے۔

بحیثیت مترجم و مفسر قرآن مولانا دریا آبادی کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ آپ پہلے ...
قرآن ہیں جنھوں نے انگریزی میں اہل سنت و جمہور کے نقطۂ نظر کو پیش کیا۔ (۱۹۴۱ء) ...
دریا آبادی کے اس انگریزی ترجمہ قرآن کے منظر عام پر آنے سے قبل انگریزی میں صرف محم[د علی]
اور عبداللہ یوسف علی کے تراجم قرآن دستیاب تھے۔ اول الذکر قادیانی مسلک ...
ہیں اور موخر الذکر کی بعض آرا ربڑی حد تک محل نظر ہیں۔ تعدد ازدواج، آخرت، جن[ت]
دوزخ اور مسئلہ غلامی جیسے امور کی تعبیر و تشریح میں اپنے فاضل معاصرین عبداللہ یوسف [علی]
محمد اسد کے برخلاف مولانا دریا آبادی کے ہاں معذرت خواہانہ طرز فکر نہیں ملتا بلکہ وہ با...
قدیم و جدید مغربی تصانیف کے اقتباسات اور تقابلی مطالعے کی مدد سے احکام قرآنی کی ...
جامعیت کو اس خوبی کے ساتھ نمایاں کرتے ہیں کہ مغربی تعلیم یافتہ افراد کے شکوک و ش[بہات]
زائل ہو جاتے ہیں۔ مولانا دریا آبادی کی تفسیر قرآن کی اس امتیازی صفت کی ...
نومسلم اہل قلم محترمہ مریم جمیلہ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جس میں انھوں نے ا...
اسلام میں معاون عوامل کا ذکر کیا ہے:

"میرا نا پختہ ذہن قرآن مجید کو بائبل کی محض ایک مسخ شدہ شکل تصور کرتا تھا۔
میں نے مولانا دریا آبادی کی تفسیر کو سب سے بہتر پایا۔ بالخصوص اس کے وہ
حواشی جو مذاہب عالم کے تقابلی مطالعے سے متعلق ہیں۔ میں نے ان سے خاصا
استفادہ کیا"[۵]

مولانا دریا بادی کو علوم جدیدہ اور عربی زبان کی لطافتوں اور نزاکتوں پر بیک وقت دسترس
[حاص]ل تھی جس کی جا بجا شہادت ان کے ترجمے اور تفسیری حواشی میں ملتی ہے۔ علوم جدیدہ بالخصوص
عمرانیات، اثریات اور تاریخ عالم و مذاہب سے مولانا دریا بادی کی براہ راست اور گہری
[واق]فیت کس حد تک مشکلات قرآنی کی تفہیم و تشریح میں معاون اور کارگر ثابت ہوئی اس
[کا] اندازہ مندرجہ ذیل مثالوں سے ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ نکات بیشتر قابلِ احترام انگریزی
[مترجم]ین کے ہاں نہیں ملتے:

(٤) قرآن مجید کل بنی نوع انسانی کے لئے دائمی اور حتمی پیغام کا درجہ رکھتا ہے لیکن لبسا اوقات
قرآن کریم نے براہ راست بنی اسرائیل سے خطاب کیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ
اقوام عالم پر ان کی افضلیت کو صاف لفظوں میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"اے بنی اسرائیل، میرا وہ انعام یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور
تمہیں دنیا جہان والوں پر فضیلت دی۔" (البقرہ: ۴۷)

اس ارشاد ربانی کو پڑھ کر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ فضیلت کسی معنی میں
ہے۔ مولانا دریابادی اس سلسلہ میں یہ نکتہ پیش کرتے ہیں کہ چونکہ ابتدا ر تاریخ
سے جب کہ دنیا کی بیشتر قومیں اس سے محروم تھیں بنی اسرائیل عقیدہ توحید کے علمبردار
رہے۔ اس لئے اسی امتیازی وصف کی بنا پر قرآن کریم نے انھیں اپنا خصوصی مخاطب
قرار دیا اور چونکہ یہ امتیاز انھیں آخری نبی کی بعثت تک حاصل رہا اس لئے علی الاطلاق
انھیں اقوام عالم پر افضل گردانا گیا۔

(۱۱) دیگر مسلم انگریزی مترجمین کے برخلاف مولانا دریا بادی نے انگریزی ترجمے میں نصاریٰ
کے لئے Christians کے بجائے Nazarenes کی ترکیب کا التزام کیا ہے

---

۵ مریم جمیلہ: 'Why I Embraced Islam' مطبع کریسنٹ پبلشنگ کمپنی، علی گڑھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیوں کہ ان کے خیال میں قرآن کریم سینٹ پال کی مسیحیت کو سرے سے قابلِ اعتنا
نہیں گردانتا اور وہ صرف حضرت عیسیٰؑ کے اصل پیروؤں یعنی نصاریٰ کے وجود اور تش
کو تسلیم کرتا ہے۔

(III) سورۂ بقرہ: آیت ۶۰ میں حضرت موسیٰؑ کا معجزہ مذکور ہے کہ آپ کے عصا کی ضرب سے
چٹان سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ مولانا دریابادی نے بڑی دیدہ ریزی کے سا
کے اس بیان کے تاریخی واثری شواہد اپنے حواشی میں پیش کئے ہیں جس سے اس دا
کی تاریخیت میں کوئی اشتباہ باقی نہیں رہتا۔

(IV) سورہ بقرہ: آیت ۱۰۲ میں حضرت سلیمانؑ کے ضمن میں قرآن کریم کا بیان ہے" ا
سلیمان نے (تو کبھی) کفر نہیں کیا"۔ بظاہر یہ جملہ حشو و زوائد کے ذیل میں داخل
آتا ہے کیونکہ کسی پیغمبر کے ارتکاب کفر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کی تردید کی ضر
ہو۔ اس آیت پر مولانا دریابادی کے تشریحی حاشیے سے قرآن حکیم کی بلاغت اور اع
کا ایک تابناک پہلو ابھر کر سامنے آتا ہے کہ اس بظاہر حشو و زائد جملے کا مقصود بائبل
درج اس بے بنیاد الزام کی تردید ہے کہ معاذ اللہ حضرت سلیمانؑ جادو ٹونے اور سحر و کہان
پر عقیدہ رکھتے تھے۔ (سلاطین دوم، آیات ۴-۹ اور ۱۰)

(V) ہاروت و ماروت کے بارے میں ارشاد ربانی ہے کہ وہ دونوں فرشتے تھے اور عوام
سحر کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ کسی فرشتے کا جادو سکھانا بظاہر قرین قیاس تو کیا عجیب
اور ناقابلِ یقین امر محسوس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو عبداللہ یوسف علی نے ہاروت
ماروت کو سرے سے فرشتہ تسلیم کرنے ہی سے انکار کیا ہے لیکن مولانا دریاباد
نے تاریخی اسناد و شواہد کی بنیاد پر اس معمے کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے واضح کیا
کہ چونکہ اس زمانے میں سحر و کہانت کا دور دورہ تھا اور عوام الناس ان سفلی سرگرمیو
میں بری طرح ملوث تھے اسی لئے مصلحت خداوندی کے تحت ان دونوں فرشتوں
ہاروت و ماروت کو سحر و کہانت کی بے حقیقتی کو عوام پر آشکارا کرنے کے
بھیجا گیا۔

(VI) سورہ بقرہ: آیت ۶۱ میں قرآن مجید بنی اسرائیل کو انبیاء کو ناحق قتل کرنے کے لئے
الزام قرار دیتا ہے۔ یہاں بھی ناحق کا اضافہ بظاہر غیر ضروری و بے معنی لگتا ہے۔ مولانا د

نے اس قرآنی نکتے کی نہایت عمدگی کے ساتھ تشریح کی ہے کہ انبیاء کا قتل مطلق معنی میں ناحق
ہونے کے علاوہ خود بنی اسرائیل کے قوانین اور ضوابط کی رو سے بھی سر تا سر غیر قانونی اور
ناحق تھا۔ اسی لئے آیتِ قرآنی میں ناحق کا اضافہ ملتا ہے۔

(VII) سورہ بقرہ: آیات ۱۱۵ اور ۱۷۷ میں یہ مضمون ادا کیا گیا ہے کہ مشرق و مغرب دونوں
ہی اللہ کے ہیں اور مشرق یا مغرب کی طرف منھ پھیرنا اطاعت نہیں ہے۔ مولانا دریابادی
کی رائے میں ان آیات کا اصل مقصود محض اللہ کی ہمہ جائیت یا تقویٰ کی اساس متعین
کرنا نہیں بلکہ اس دور میں رائج ایک مقبول عام عقیدۂ شرک ــــ سمت پرستی پر کاری
ضرب لگانا ہے۔

مولانا دریابادی کے ہاں مغربی ماخذ کے حوالوں و اقتباسات کے پہلو بہ پہلو کلاسیکی مسلم
مفسرین، لغت عربی کے ماہرین اور راسخ العقیدہ مسلم علماء و فضلاء کی آراء سے استنباط اور
استفادے کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں جس کے باعث مولانا دریابادی کی یہ تصنیف قدیم و جدید
فہم اور طرز ہائے فکر کے امتزاج کا ایک جامع، متوازن اور حسین مرقع بن جاتی ہے۔

دیگر مسلم مترجمین قرآن کے برعکس مولانا دریابادی نے قرآن کی ترجمانی کے بجائے
لفظی ترجمے کا التزام اور اہتمام کیا ہے اس کے باوجود بھی ترجمہ بے روح، خالص لفظی اور گنجلک
نہیں ہونے پاتا۔ تاج کمپنی ایڈیشن میں بلاشبہ کلاسیکی انگریزی الفاظ کا استعمال ملتا ہے لیکن
زیر نظر ایڈیشن میں ان کی جگہ جدید سلیس الفاظ اور اسلوب کے باعث ترجمے کا حسن دوبالا
ہو گیا ہے۔

زیرِ نظر ایڈیشن کے سرورق پر مولانا سیّد ابوالحسن علی صاحب ندوی کے تعارفی
مضمون کا جلی حروف میں ذکر ہے مگر یہ مضمون زبان اور مواد کسی اعتبار سے بھی وقیع نہیں
قرار دیا جا سکتا۔ یہی بات کم و بیش ان نئے ضمیموں پر صادق آتی ہے جو اس ایڈیشن میں
دیگر اہلِ قلم نے تحریر کئے ہیں۔ اس ضمن میں استثناء صرف مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کے
مقالے کو حاصل ہے جس کا موضوع بیع اور ربا ہے۔ یہ مقالہ بڑی حد تک تفہیم القرآن
کے حواشی سے ماخوذ ہے اور یہ پہلی بار اس ترجمۂ قرآن میں شامل کیا گیا ہے۔ اس مقالے میں
بیع اور ربا کے درمیان فرق اور ربا کی قطعی حرمت پر استدلالی اور علمی انداز میں سیر حاصل بحث
کی گئی ہے۔ "اصحاب کہف" پر مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی کے مقالے میں تاریخی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسناد و شواہد کی روشنی میں اصحاب کہف کے غار میں مدتِ قیام کو متعین کیا گیا ہے۔ مضمون بلاشبہ ایک علمی مقالے کی شان رکھتا ہے۔ البتہ موصوف کا دوسرا مقالہ "ذ... کا تعین" معیاری نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مولانا دریابادی نے اپنے تشریحی حاشئے میں یہ ... پیش کی ہے کہ ذوالقرنین سے قرآن کریم کی مراد سکندر اعظم ہے۔ مولانا ندوی اس خیال سے ... نہیں بلکہ وہ اس ضمن میں مولانا ابوالکلام آزاد کی اس رائے کو ترجیح دیتے ہیں کہ ذوالقر... اصلاً ایرانی شہنشاہ سائرس ہے۔ ان مباحث سے متعلق سید قطب شہید کا قول ... نشیں رکھنے کی ضرورت ہے کہ قرآنی واقعات اور شخصیات کی تاریخیت سے متعلق بحث ... کی بجائے ہمیں اپنی تمام تر توجہ قرآن کریم کے اصل مقصود یعنی عبرت و ہدایت پر ... چاہیے۔

ایک اور قرآنی شخصیت ہامان کے تاریخی احوال و کوائف پر شبیر محمد سید صاحب نے ... تحریر کیا ہے جسے مولانا دریابادی کی تحقیق کی توسیع کہا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مفصل مضمون ... موضوع پر مستشرقین کے بعض اعتراضات کے مسکت جواب کی بھی حیثیت رکھتا ہے۔ البتہ زبان ... اور طرز استدلال کے نقطۂ نظر سے یہ مقالہ خاصی اصلاح، ترمیم اور اضافہ کا طالب ہے۔ محی الدین ... کا مقالہ "کیا محمد امی تھے؟" اپنے موضوع پر جامع بحث کے علاوہ قرآن کریم کے کتاب الٰہی ہونے کے ... بھی اجاگر کرتا ہے۔

زیر تبصرہ ایڈیشن میں قرآنی متن، انگریزی ترجمہ اور تفسیری حواشی کی ترتیب تاج کمپنی ... سے بدرجہا بہتر ہونے کے باوجود بھی معیاری نہیں ہے۔ اگر ترجمے سے متعلق توضیحی حواشی قوسین ... اصل ترجمے سے ملحق ہی شامل کر دیئے جاتے تو ترجمہ مزید سلیس اور رواں ہو جاتا اور تفسیری حواشی ... بھی مزید جگہ نکل آتی۔ سورہ کے بجائے پاروں کی بنیاد پر تقسیم کا اصول بھی کچھ عجیب سا محسوس ہوتا ... طرح ہر پارے میں حواشی کے علیحدہ نمبر شمار ڈالنے کے بجائے اگر تمام حواشی کے نمبر کو مسلسل کر دیا جا... دینے میں زحمت اور طوالت دور ہو جاتی (عبداللہ یوسف علی کے ترجمۂ قرآن میں حواشی کا نمبر شمار مسلسل ...) اس میں شک نہیں کہ اکیڈمی کے ذمہ داران نے طباعت میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے تاہم بعض ... غلطیاں در آئی ہیں۔ توقع ہے کہ طبع ثانی کے وقت اکیڈمی کے ذمہ داران ان معروضات کو ملحوظ خاطر ... تاکہ تفسیر قرآن کے اہم موضوع پر اس گراں قدر تصنیف سے علمی دنیا کے لئے استفادہ زیادہ سے زیادہ آسان ہو سکے۔

——— (ڈاکٹر عبدالرحیم ق...)

ادارہ علوم القرآن کے مقاصد

سلطان احمد اصلاحی

قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے، جسے سمجھنے، ماننے اور اس کے تقاضوں پر کما حقہ عمل ... میں مسلمان امت کی دنیا و آخرت کی فلاح مضمر ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ مسلمان ... دور اور کسی زمانہ میں اس احساس سے عاری نہیں رہے ہیں، جس کا اندازہ قرآنیات کے وسیع اور ... ذخیرے پر ایک نظر ڈال کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کتاب اللہ کی اس حیثیت کا تقاضا ... ہیں ہر وقت اس کی طرف متوجہ رہیں اور مختلف انداز اور مختلف پہلوؤں سے اس سے ... تعلق کو ہمہ وقت تازہ اور استوار رکھا جائے۔ ادارہ علوم القرآن اسی سلسلہ کی ایک ادنی کوشش ... جس کا بوجھ کچھ ناتواں اور کمزور بندوں نے اپنے کندھوں پر اٹھانے کا عزم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ... ہے کہ وہ راہ کی مشکلوں کو دور فرمائے اور منزل تک رسائی کی راہ ہموار کر دے۔ ادارہ کے ... ہر طرح سے اپنی کم مائیگی اور تہی دامنی کا احساس ہے لیکن خداوند ذوالجلال کا فضل و ... گراں ہے۔ وہ اپنے انتہائی ناتواں اور کمزور بندوں سے بھی بڑے سے بڑا کام لے سکتا ہے ... منزلوں تک رسائی کے لئے بھی ان کے لئے راہیں ہموار کر سکتا ہے۔

ادارہ علوم القرآن نے دستور میں اپنا دائرہ کار حسب ذیل امور کو قرار دیا ہے:

1. اسلام کے دستور اساسی —— قرآن —— کو محور بنا کر انسانیت اور امت کو درپیش مسائل کا حل۔
2. قرآن کی روشنی میں علوم دینیہ کی تجدید اور علوم جدیدہ کی تطہیر۔
3. قرآن سے متعلق اصولی اور فنی موضوعات پر علمی اور تحقیقی کام۔

... اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علوم و افکار کی وسیع دنیا ہے جو ان دفعات کے اندر ... سمٹ آئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر یہ حقیقت ہے کہ اس قرآن کو نازل کرنے والی وہ ہستی ہے جو زمین و آسمان
اور اس پوری کائنات پر صرف اسی کی فرماں روائی اور حکمرانی ہے تو یہ چیز کتاب اللہ کی عظمت
حیثیت کو کس درجہ بڑھا دیتی ہے۔ صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ جو اس کائنات کا خا
اس پر حکومت اور فرماں روائی بھی اسی کی ہونی چاہئے۔ اور اس کی مرضی اور فیصلے کو د
تمام لوگوں کی مرضی اور فیصلے پر مقدم ہونا چاہیے۔ اللہ کی آخری کتاب زندگی کے تمام دائر
اس کی مرضیات اور فیصلوں کو کھول کر بیان کرتی ہے جس کی مزید تشریح و تفصیل کا حق ا
کے لانے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے ادا کیا ہے۔ اللہ کی کتاب
ساتھ اس کے رسولؐ کی یہی سنت ہے جسے مضبوط پکڑ کر آدمی دنیا و آخرت کی سعاد
ہمکنار ہوتا اور اپنے کو گمراہی و بے راہ روی کے ہر طرح کے امکانات سے پوری طرح بچا لیتا
جیسا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور صریح لفظوں میں اس کی تاکید
ہے۔

لیکن یہ عجیب سانحہ ہے کہ آج دنیا کے انسانوں کی عظیم اکثریت اپنے کو قرآن کے
نسخۂ شفاء سے محروم کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ وہ کتاب اللہ سے منھ موڑ کر محض ا
اور تجربہ کی روشنی میں اپنی زندگی کے مسائل کو حل کرنا چاہتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ
دانش کا علمبردار آج کا انسان اس بے عقلی کا شکار کیوں ہے کہ کائنات کی تخلیق میں
مختلف ارادوں کی کارفرمائی نظر نہیں آتی لیکن دنیا کے اندر رنگ برنگے قانون اور فلسفو
ذریعہ وہ راہ نجات کا طالب اور اپنے... کو فوز و فلاح سے ہمکنار کرنے کا خواب دیکھ
لیکن انسان نے تجربے اور عقل کے گھوڑے بہت دوڑا لئے۔ اور نظری گفتگو سے آگے
ان کاوشوں کا عملی انجام اب اس کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ زندگی کے تمام دائروں
و پریشانی اس کا مقدر بنی ہوئی ہے اور مادی زندگی کی تمام سہولتوں اور آسائشوں کے با
اس کی زندگی حقیقی سکون و اطمینان سے محروم ہے۔ کائنات کا تکوینی نظام اپنی بے مثال
کے ذریعہ اس کے اندر صرف ایک خدا کی فرماں روائی اور بالادستی کا اعلان کر رہا ہے۔ جب
دنیا کے تشریعی نظام میں اس وحدت و ہم آہنگی کی نمود نہیں ہوتی۔ انسان لاکھ جتن کرے
سکون و اطمینان سے ہمکنار نہیں کر سکتا۔ جس کی بس ایک ہی صورت ہے کہ وہ
تمام معاملات زندگی میں کتاب اللہ کو حکم بنا لے اور اپنے جملہ قوانین اور فلسفوں

تابع کرے، فکر و نظر کی صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے۔
جس طرح اغیار کے لئے نجات کی یہی ایک صورت ہے مسلمان امت کی دنیا و آخرت کی
اسی راستے کو اپنانے میں ہے۔ قرآن سے زندہ اور شعوری تعلق پیدا کئے بغیر وہ اپنے کو ان
سے ہمکنار نہیں کر سکتی۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس
کا رشتہ اس کتاب سے کبھی نہیں ٹوٹا، اور وہ بڑی حد تک اس پر غور و فکر اور اس کے
پر عمل پیرا رہی۔ لیکن اس کے باوجود کہا جا سکتا ہے کہ خاص طور پر ادھر کئی صدیوں
قرآن سے اس کے مطلوبہ تعلق میں بڑی کمی رہی ہے۔ بڑی حد تک اس کی فکر و نظر کا محور
سنت سے مستنبط علوم رہے ہیں۔ اور آج بھی وہ بڑے اطمینان سے، قرآن سے صرف برکت اور
حاصل کرتے ہوئے، انھیں ثانوی علوم و افکار کی دنیا میں مگن ہیں۔ اس طور پر کہ نہ اسے کسی قسم
ہے، نہ کمی کا کوئی احساس ستاتا ہے۔ امت کی عظیم اکثریت کی عمریں انھیں کو پڑھنے
اور ان میں نکتہ آفرینیاں پیدا کرنے میں بسر ہو رہی ہیں اور اس کا خیال شاید بھولے ہی سے
ہو کہ ان علوم و افکار کے سلسلے میں اپنے کھینچے ہوئے حصاروں سے اوپر اٹھ کر براہ راست
اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں۔ نتیجہ یہ ہے کہ دن بدن یہ حصار تنگ
ہوتے اور اوپری طور پر اتحاد و اتفاق کی ہزار کوششوں کے باوجود امت کا شیرازہ منتشر اور
اختلاف بڑھتا ہی جاتا ہے۔ معاملہ پھر بھی غنیمت ہوتا اگر امت کی علمی اور فکری کاوشیں مستنبط
علوم کے دائرے تک محدود ہوتیں، لیکن بات اس سے بہت نیچے اترے بغیر نہ رہی۔ ہندوستان
مدارس اسلامیہ کے قیام کا مقصد، خالص علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کا تھا۔ لیکن ان کے
ان علوم کی اصل و اساس ــ قرآن ــ کے ساتھ غفلت و بے اعتنائی کا جو حال ہے وہ ہر ایک
سامنے ہے۔ بڑے بڑے مدارس کے نصاب کی جدولیں آج بھی منطق و فلسفہ کی انہی اذکار رفتہ
سے اٹی پڑی ہیں، جن کا آج کی علمی دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان کی حیثیت
وہ ہماری قدیم تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ اس سے ہٹ کر مستنبط دینی علوم کے پڑھنے پڑھانے
مسئلہ ہے وہ بھی قرآن و سنت کو محور بنا کر خالص اور بے آمیز نہیں۔ بلکہ مسلکی عصبیتوں کی دبیز
ان کے اوپر پڑی ہوئی ہے۔ امت کی ساری دینی غیرت و حمیت اپنے اپنے مسالک و مذاہب
محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ اسلام کا کیا ہو رہا ہے اور اس کے دستور اساسی —— قرآن —— کے ساتھ
اور غیروں کا کیا معاملہ ہے، اس کی طرف اس کی توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جب تک یہ صورتِ حال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں بدلتی، امت کے دن نہیں بدل سکتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ امت اپنی اجتماعی کیفیت [illegible] گروہی اور مسلکی عصبیتوں سے اوپر اٹھ کر غور کرے اور ایک بار پھر اپنا فکری قبلہ درست کرنے کی [illegible] کرے جس کی بس ایک ہی صورت ہے کہ دین حنیف کے اولین مرجع و اساس — قرآن — [illegible] اپنی پوری زندگی کا دستور العمل بنا لے۔ اور انفرادی و اجتماعی جملہ معاملات میں قرآن و سنت کی [illegible] تسلیم کر لے۔ جس کے لئے ہم صدق دل سے بارگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہیں۔

● قرآن کی روشنی میں علوم دینیہ کی تجدید اور علوم جدیدہ کی تطہیر — ادارۂ علوم القرآن [illegible] دائرہ کار کا یہ دوسرا اہم نکتہ ہے۔ قرآن ہمارے تمام فکر و عمل کی اصل و اساس ہے جس کی [illegible] تبیین کا حق حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے ادا کیا ہے، یہ وہ بات ہے جس [illegible] پوری امت کا اتفاق ہے اور قیامت تک کے لئے ان کی حیثیت اسی طرح ثابت اور [illegible] لیکن ان کے بحر معانی میں غوطہ زنی ہر شخص کے بس کی بات نہ تھی، نہ یہ ممکن تھا کہ ہر شخص براہ [illegible] ان سے استفادہ کر کے اپنے لئے فکر و عمل کی راہیں تجویز کر سکے۔ اس کے علاوہ زمانہ کے حا[illegible] و ضروریات کا بھی تقاضا تھا کہ قیاس و اجتہاد کے ذریعہ قرآن و سنت کے منصوصات [illegible] کو مزید وسعت دی جائے جس کے نتیجے میں علم الفقہ کی تدوین عمل میں آئی۔ عرب کے سادہ [illegible] ماحول سے نکل کر اسلام کا واسطہ جب عجمی علوم و افکار سے ہوا تو عقائد و کلام کی بحثیں [illegible] جس کی خاطر باقاعدہ ایک نئے علم "کلام" کی ایجاد ہوئی۔ بعد کے ادوار میں مسلمان امت کے اند[illegible] ربط و تعلق اور اخلاق و اعمال میں روز افزوں انحطاط کو دیکھتے ہوئے کچھ لوگوں نے خا[illegible] اس پہلو سے امت کی اصلاح اور تجدید کا بیڑا اٹھایا۔ جس کے لئے "تصوف و احسان" کا علم [illegible] آیا۔ پھر ان علوم کے سلسلے میں بھی بہت سے ذیلی علوم و مباحث کا اضافہ ہوا اور ان کے اند[illegible] بدن نت نئی تحقیقات، و تدقیقات کا اضافہ ہوتا رہا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور ان[illegible] قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ علمی ورثہ امت کا وہ سب سے قیمتی سرمایہ ہے، جس کے بغیر [illegible] زندگی بے رنگ بلکہ صحیح تر لفظوں میں اس کا معنوی وجود معرض خطر میں ہو جاتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ثابت اور مسلم ہے کہ ان تمام علوم [illegible] کی اصل و اساس "قرآن و سنت" ہیں، ان کے مقابلہ میں ان کی حیثیت فروعات ہی کی ہے [illegible] یا کلام یا تصوف و احسان ہر ایک کی تدوین قرآن و سنت کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے [illegible] اور یہ تمام سیارے اسی نظام شمسی کے گرد گھومتے اور اس سے [illegible]

[illegible] کے ساتھ سواروں نے اس کی صراحت کی ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ ان علوم سے [illegible] استفادہ کے لئے ضروری ہے کہ انہیں پڑھنے پڑھانے اور ان میں مہارت و بصیرت پیدا [illegible] کے ساتھ، قرآن و سنت سے براہ راست، زندہ اور شعوری تعلق استوار رہے۔ ورنہ [illegible] ہے کہ شاخیں جڑ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتیں، نظام شمسی سے کٹ جانے پر سیارچوں [illegible] ہو جانا یقینی ہے۔ تو قرآن و سنت سے مستنبط علوم و معارف کی صحیح فیض بخشی اسی وقت [illegible] ہے جب تک کہ ان کا تعلق اس محور و مرکز اور اصل و اساس سے استوار رہے۔ عمل صحیح کیلئے [illegible] صحیح ضروری ہے، کسی قوم پر فکری زوال پہلے آتا ہے، عملاً نکبت و ادبار کا شکار وہ اس کے بعد [illegible] ہے تو بعد کی صدیوں میں اس امت پر جو زوال و انحطاط آیا اور جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، اس [illegible] میں اس کے سرے کو بھی آسانی کے ساتھ پکڑا جا سکتا ہے۔ قرآن و سنت سے براہ راست [illegible] کی کمی سے امت نے جب اپنی فکری تازگی کھو دی، اسی کے ساتھ زندگی کے دوسرے تمام میدانوں [illegible] اس کا زوال شروع ہو گیا۔ اصل منبع سے کٹ کر جب اس نے مستنبط علوم کو اپنا مرکز [illegible] بنا لیا تو اس کی بنیاد پر دھڑے بندیاں اور مسلکی عصبیتیں وجود میں آگئیں جنھوں نے اس کے [illegible] کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور آج صورت ہے کہ خدا اور خلق کے نام پر کوئی اپیل اسے اس دلدل [illegible] نکالنے میں کامیاب نہیں ہو رہی ہے۔ اب اگر اس صورتِ حال کو بدلنا ہے تو ان علوم سے [illegible] استفادہ کرتے ہوئے قرآن کو اصل و اساس بنا کر ان کی تدوین نو ضروری ہے۔ تا کہ [illegible] احتساب کی نظر ڈال کر جہاں کہیں کمیاں نظر آئیں انھیں دور کیا جا سکے اور اصل پاور ہاؤس [illegible] قرآن کے اندر نئی روح اور نئی زندگی عطا کی جا سکے۔ بدلے ہوئے حالات کے نئے انداز [illegible] تکنیک کے پہلو سے بھی اس کی ضرورت ہے۔ علوم کی نوع بہ نوع اور ان کی تہذیب و [illegible] ذوق آج پیدا ہو گیا ہے، پہلے اس کا چلن نہ تھا اس لئے ہماری پرانی انتہائی کارآمد [illegible] اگر انھیں اسی ڈھنگ اور قدیم انداز میں آج بھی پیش کر دیا جائے تو بڑی حد تک ان [illegible] افادیت پر پردہ پڑا رہے گا اس لئے قرآن کی روشنی میں علوم دینیہ کی تجدید میں ان دونوں [illegible] کو مد نظر رکھنا پڑے گا۔

اس دفعہ کا دوسرا جز قرآن کی روشنی میں علوم جدیدہ کی تطہیر ہے جس کا دائرہ کار اور بھی وسیع [illegible] اور بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ موجودہ دور کو بجا طور پر علم کے دھماکے (KNOWLEDGE [illegible]) کا دور کہا جاتا ہے۔ علوم کے بے شمار شعبے اور اس کی شاخیں در شاخیں

© rasailojaraid.com